حدود آرڈی ننس پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جواب

ترتیب: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی،
تحقیق: مفتی نعمت اللہ حقانی ومفتی عظمت اللہ بنوی

''حقوق نسواں بل پیش ہونے سے قبل حدود آرڈی نینس 1979 کا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے ٹرائل کیا اور متعدد مباحثے کیے گئے بہت سے این جی اوز نے اعتراضات اٹھائے۔اس موقعہ پر ان اعتراضات کا مرکز جدید فقہی تحقیقات جامعہ المرکز الاسلامی نے جائزہ لے کر اس پر کتاب وسنت کی روشنی میں جوابات تیار کیے۔اور اب قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کی جاتی ہے کیونکہ بل پیش ہونے کے ساتھ اس کی اہمیت برقرار رہی ہے۔اور جن خدشات کا اظہار کیا جارہا تھا وہ اس بل کے اندر موجود ہے (ادارہ)''

حدود قوانین جن کو 1979ء مرحوم جنرل ضیاء الحق نے صدارتی آرڈی نینس کے ذریعے نافذ کئے اور اٹھویں ترامیم کے ذریعے 1985 میں آئین کا حصہ بنے ان قوانین پر مختلف تنظیموں اور پرنٹ والیکٹرانک میڈیا نے نام نہاد تحقیق اور غیر اسلامی نظریاتی تناظر میں تنقید کا سلسلہ شروع کر کے ان میں ترامیم کا مطالبہ کیا ہے۔اس سلسلہ میں حال ہی میں جیوٹی وی نے نام نہاد دانشوروں اور بعض علماء کے ذریعے شکوک وشبہات پھیلا کر ان قوانین کو متنازع بنانے اور ان میں ترامیم کا مطالبہ کیا۔پھر اسلام اور انصاف کے لئے سوچنے کا شکریہ کے اعلان نامہ کے ذریعہ گیارہ مسائل پر گیارہ سفارشات بنا کر روزنامہ جنگ میں 14 جون 2006 بروز بدھ کو دو صفحات پر شائع کئے۔جیوٹیلی ویژن نے ''پارلیمنٹ کب سوچے گی'' کے عنوان سے اس کو کارِ خیر سمجھ کر اسلامی قوانین پر برائے نام تحقیق کی مباحثوں سے مشتہر کر دیئے، اولاً تو ان میں جو دانشوار شریک تھے وہ دینی علوم کے خصوصی ماہرین نہ تھے اور علماء کے نام پر بعض ایسے حضرات جن کی علمی حیثیت کمزور تھی۔ یہ غلط تشریحات کے حامل تھے۔البتہ بعض اچھے علماء کرام بالخصوص مولانا عبدالمالک، قاری محمد حنیف جالندھری اور مفتی منیب الرحمن وغیرہ کے بیانات کے بعض حصے کاٹ کر کے ان کے نام بھی شامل کر دیئے جن کا انہوں نے تردید کیا ہے یہ سوالات اور سفارشات عموماً وہی ہیں جن کو بعض این جی اوز وغیرہ نے بھی اٹھائے تھے لیکن یہ علمی لحاظ سے غلط ہیں اور اس کو دین اور علم سے منسوب کر کے علمی بددیانتی کی گئی ہیں۔روزنامہ جنگ نے (سوچنے کا شکریہ) کے نام سے شائع کئے جن کے متعلق کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی رائے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔چونکہ ''روزنامہ جنگ'' کے ان سفارشات وسوالات کو بعض این جی اوز اور مغربی وسیکولر ذہن کے حامل لوگوں نے بھی بطور سوالات اُٹھائے ہیں۔لہذا ہماری کوشش ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں ان سوالات کا جواب دیا جائے جو کہ محض ذہنی اختراع ہے اور یہ سفارشات قرآن وسنت سے متصادم ہیں اور یہ نام نہاد دانشوروں کی غلط تحقیق اور غلط تشریحات ہیں ان سفارشات سے حدود قوانین میں ترامیم علمی بددیانتی اور سنگین غلطی ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱، ۲ اور سفارش نمبر ۱، ۲ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر ۱: زنا کی جھوٹی ایف آئی آر (روزنامہ جنگ)

مردوں اور عورتوں کے خلاف زنا (زنا بالجبر نہیں) کی بہت سی ایف آئی آر کا مقصد دراصل کچھ اور ہوتا ہے۔ اس وقت طریقہ کار یہ ہے کہ جونہی مقدمہ درج ہوتا ہے، پولیس ملزموں کو گرفتار کر لیتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت سے بے گناہ افراد اس تصدیق کے بغیر جیلوں میں قید کر لئے جاتے ہیں کہ آیا الزامات ثابت کرنے کے لئے گواہ موجود بھی ہیں یا نہیں۔ اسلامی اصولوں کے تحت الزام ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے ورگرنہ کوئی مقدمہ بنتا ہی نہیں ہے۔

سفارش نمبر ۱: (روزنامہ جنگ)

''ہم تجویز کرتے ہیں کہ زنا (زنا بالجبر نہیں) کا مقدمہ یا ایف آئی آر اس وقت تک درج نہ کیا جائے جب تک شکایت کرنے والا اپنے ساتھ ایسے چار گواہ نہ لیکر آئے جو شکایت کنندہ کے ساتھ خود بھی الزامات کی تصدیق کریں۔ جو یہ کہہ سکیں کہ انہوں نے جرم ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور جو اپنے الزامات اور اپنی گواہی تحریری طور پر پیش کر سکیں۔ یہ ساری کاروائی تھانے میں ایک پولیس افسر کے روبرو ہونی چاہیے صرف یہی طریقہ کار اسلام کے مطابق ہے کیونکہ اسلام بے گناہوں کا تحفظ کرتا ہے۔ اس طریقے کے تحت ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں جن میں پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

مسئلہ نمبر ۲: عورتیں اور جیل خانہ (روزنامہ جنگ)

زنا کا مقدمہ (جھوٹا یا سچا) درج ہونے کے بعد بہت سی عورتوں کو جیلوں میں بند کیا جاتا رہا ہے اور وہ مقدمے کی کارروائی یا فیصلے کے انتظار میں قید رہتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایسی عورت کو خاندان، برادری اور سماج میں قبول نہیں کیا جاتا جو کچھ دنوں بھی جیل میں رہی ہوں۔ ہمارا دین عورتوں کی عصمت وعفت، عزت وآبرو کے تحفظ کا علمبردار ہے۔ اسلام عورتوں کو عموماً قید میں رکھنے کی منظوری نہیں دیتا۔

سفارش نمبر ۲: (روزنامہ جنگ)

زنا کے الزام میں عورتوں کو جیل نہیں بھیجا جائے گا۔ مقدمے کی سماعت کے دوران وہ پیشی کے لئے طلب کی جائیں گی، انہیں عدالت میں باقاعدگی سے پیش ہونا ہوگا اور اگر وہ مجرم پائی گئیں تو ان پر حد کا اطلاق ہوگا۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۵ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر ۱،۲ سفارش نمبر ۱ور ۱،۲ کا فقہی جائزہ:

’’صحت دعویٰ کے لئے گواہ شرط نہیں‘‘

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں بہت سے ایسے قضایا کا فیصلہ فرمایا۔ جس میں ابتداً مدعی اور مدعی علیہ موجود تھے اس طرح خلفاء راشدین کا مبارک زمانہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی قاضی نے صرف اس وجہ سے دعویٰ سننے سے انکار نہیں فرمایا کہ مدعی کے پاس گواہ نہ تھے بلکہ حضور کی تمام حیات مبارکہ اور خلفاء راشدین کا تمام روشن عہد اس بات کا شاہد عدل ہے کہ انہوں نے مدعی کے دعویٰ کو سنا درج کیا، البتہ فیصلہ کرنے کے لئے گواہوں کو طلب کیا گیا، اس کی بے شمار واقعات ہمیں کتب احادیث سے ملتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

حد ثنا علی بن سعید الکندی حد ثنا ابن المبارک عن معمر عن بھز بن حکیم عن ابیه عن جدہٖ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حبس رجلاً فی تھمة ثم خلیٰ عنه وفی الباب عن ابی ھریرة . حدیث بھز بن حکیم عن ابیهٖ عن جدہٖ حدیث حسن. الخ .

ترجمہ: بھز ابن حکیم اپنے باپ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو صرف تہمت کی وجہ سے قید میں رکھا پھر اس کو رہا کر دیا۔

(جامع ترمذی ابواب الدیات. ص ۱۷۰، جلد ۱ .وھکذافی ابوداؤد ج ۱، ص ۳۴.نسائی ج ۱ ، ص ۴۱. مسند احمد ج۴ ، ص ۴۹۰ . سنن کبریٰ بیھقی ج ۶ ص ۵۳. مصنف عبد الرزاق ج ۱، ص ۲۱۶. کبریٰ نسائی ج ۷ ، ص ۳۲۸. المکتبه الشاملة C.D)

قال فی التحفة الا حوذی عن جدہٖ ھو معاویة بن حیدة القشیری. (حبس رجلاً فی تھمة) ای فی اداء شھادةٍ بان کذب فیھا اؤبان ادعیٰ علیه رجل ذنباً او دیناً فحبسه صلی اللّٰه علیه وسلم لیعلم صدق الدعویٰ بالبینة ثم لما لم یقم البینة خلی عنه الخ. (الی قوله) وھذا یدل علیٰ ان الحبس من احکام الشرع کذافی المرقاة وقال فی اللمعات : فیه ان حبس المدعیٰ علیه مشروع قبل ان تقام البینة انتھیٰ (تحفة الا حوذی شرح ترمذی مولانا عبد الرحمن المبارک پوری: ابواب الدیات / باب ۲۰/ حدیث ۱۴۳۶)

ترجمہ: صاحب تحفۃ الاحوذی ارقام فرماتے ہیں کہ اس محبوس شخص کے جرم کی نوعیت یہ تھا کہ وہ گواہی کے ادائیگی میں جھوٹا تھا یا کہ اس پر کسی نے دین یا ذنب کا دعویٰ کیا تھا۔ پھر اس کو حضور ﷺ نے قید کیا یہاں تک کہ موصوف پر دعویٰ کے صدق معلوم ہو جائے جب گواہ

پیش نہ ہوسکے تو حضور ﷺ نے اس کو رہا کردیا۔
یعنی صرف مدعی کے دعویٰ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قید میں رکھا جبکہ مدعی کے پاس فی الحال کوئی گواہ موجود نہ تھا چنانچہ تفتیش کے بعد گواہ نہ ملنے کی وجہ سے نبی پاک ﷺ نے اس شخص کو رہا کردیا۔

صرف تہمت کے بناء پر قاضی کو حق حبس (قید) حاصل ہے؟

ایف آئی آر درج کرنے کی صورت ملزم کو قید میں رکھنا

اس بارے میں مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔
فقہاء نے بعض مسائل میں مدعی علیہ پر صرف تہمت کے شبہ کے بنا پر حبس کا حکم دیا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے۔ **ویجوز حبس المتھم و کذا تعزیرا لمتھم ۵/۲۶۷)**
واضح رہے کہ فقہاء نے قاضی کو تعزیری سزا کے طور پر مجرم کو قید میں رکھنے کے یا مارنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے۔ **قوله روصح حبسه بعد الضرب أی جاز اللحا کم ان یحبس العاصی بعد الضرب فیجمع بین حبسه و ضربه لانه صلح تعزیر ا وقد وردبه الشر ع فی الجمله حتیٰ جاز ان یکتفی به.... الیٰ قوله : واطلق فی الحبس فشمل الحبس فی البیت والسجن قال : فی الحاوی القدسی وقد یکون التعزیر بالحبس في بیته أو فی الحبس أه (البحر الرائق ۵/۴۸)**
ترجمہ: حاکم (عدالت) کو جائز ہے کہ مجرم کو مارنے کے بعد قید میں رکھے خواہ یہ قید جیل میں ہو یا مجرم کے گھر میں۔
صاحب بحر کے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قاضی مجرم کو جرم سے روکنے کے لئے ابتدائی مرحلے میں حق حبس تعزیراً حاصل ہے خواہ یہ حبس مجرم کے گھر میں ہو یا قید خانے میں لے جانے کے، موجودہ حالات میں بھی عدالت اس کو قید میں رکھ سکتا ہے واضح رہے کہ یہ مرحلہ چونکہ حد جاری کرنے اور ثبوت حد سے قبل ہے لہٰذا شرعی شہادت پیش ہونے کے بعد قاضی اس کو مزید قید میں نہیں رکھ سکتا ہے۔ بلکہ فوراً اس پر حد جاری کرے یا گواہ نہ ملنے کی صورت میں اس کو بری قرار دے کر رہا کردے۔
(۲) حدود آرڈیننس پر سفارشات کے ذیل ایف ائی آر درج کرنے کے لئے ثبوت شہادت ضروری قرار دیا گیا ہے۔
حالانکہ فقہاء نے صحت دعویٰ کے لئے جن شروط کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں سے قاضی (عدالت) کے مجلس میں ہونا ضروری ہے نہ کہ سبق شہادت چنانچہ علامہ شمس الحق افغانیؒ نے شرائط **صحة الدعوی** کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے۔
قوله : الشرط الثالث یشترط لصحة الدعویٰ ان تکون بمجلس القضاء او الحکم ، فلو حصلت فی غیر هما لم تکن صحیحة ، فلا یترتب علیها احکامها السا بقة . " معین القضاة والمفتیین ص ۸"

ترجمہ: صحت دعوی کے لئے شرط یہ ہے کہ مقدمہ کا اندراج قاضی کے مجلس (عدالت) میں ہو، اگر اس کے علاوہ دوسرے مقام پر دعوی دائر کیا جائے تو اس پر احکام دعوی جاری نہیں ہوں گے۔

وفی المبسوط : قوله : قلنا : حبسه لیس بطریق الا حتیاط بل بطریق التعزیر لانه صار متهما بارتکاب الفا حشة فیحبسه تعزیر امبسوط ۳۹/۵)

ترجمہ: صاحب مبسوط فرماتے ہیں کہ ملزم کو پہلی مرحلہ پر قید میں رکھنا بطور تعزیر جائز ہے اس لئے کہ وہ تہمت کی وجہ سے داغدار ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ موجودہ قوانین میں ملزم کی گرفتاری اور عرصہ دراز تک جیل میں رکھنا یہ ضابطہ فوجداری کا مسئلہ ہے۔ حدود سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے ذریعے قوانین حدود میں ترمیم کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ عدالت قبل از گرفتاری عورت کو ضمانت پر رہا کر سکتی ہے۔ اور گرفتاری کے بعد بھی رہائی کا اختیار رکھتی ہے۔

یہ ہمارے مروجہ عدالتی سسٹم کی بھی سقم ہے کہ مقدمہ کی سماعت بار بار ملتوی کر کے ملزم قید میں رکھتا ہے۔

مسئلہ نمبر۳ اور سفارش نمبر۳ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم روزنامہ جنگ کی اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر۳: قذف کا قانون (روزنامہ جنگ)

زنا (زنا بالجبر نہیں) کے بیشتر ملزم طویل مقدمے بازی کے بعد جو برسوں جاری رہتی ہے، بری کر دیئے جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ان افراد کو انتہائی ذلت اٹھانی پڑتی ہے بلکہ انہیں وہ انصاف بھی نہیں مل پاتا جس کا ذکر اسلامی تعلیمات میں ہے۔ سورہ نور میں ارشاد ربانی ہے کہ جس نے تہمت لگائی اور جو چار گواہ نہ لا سکا وہ خود 80 کوڑوں کا سزاوار ہو گا یعنی اسے جھوٹا الزام لگانے پر 80 کوڑوں کی سزا دی جائے گی اس شرعی حکم کے برخلاف حدود آرڈی نینس کے تحت الزام سے بری ہونے والے/ والی کو تہمت لگانے والے کے خلاف ایک الگ مقدمہ دائر کرنا ہو گا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ خاص طور سے ایک عورت ایسے وسائل، اتنی طاقت اور حوصلہ نہیں رکھتی کہ تہمت لگانے والے کو سزا دلانے کی خاطر نئے سرے سے کارروائی کرے۔

سفارش نمبر۳: (روزنامہ جنگ)

اگر کسی ملزم یا ملزمہ پر زنا (زنا بالجبر نہیں) کا الزام ثابت نہ ہو پائے تو پھر عدالت کو چاہیے کہ وہ از خود اس فرد یا ان افراد کے خلاف کارروائی کرے جنہوں نے تہمت لگائی ہو، ملزم یا ملزمہ کی بے گناہی کا فیصلہ دراصل یہ فیصلہ ہے کہ الزام لگانے والا قذف کا ملزم ہو لہٰذا اسے قذف کی سزا دی جائے جو سورہ نور میں 80 کوڑے رکھی گئیں ہیں۔ یہ سزا دینے کے لئے کسی نئے درخواست کا انتظار نہیں کرنا چا

ہے۔اس تجویز پر عمل درامد سے جھوٹ مقدمات کی روک تھام ہوگی۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ۱۴جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر۳ سفارش نمبر۳ کا فقہی جائزہ:

حد قذف کا قانون:

اس سفارش میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اگر کسی ملزم یا ملزمہ پر زنا کا الزام ثابت نہ ہوا پائے پھر عدالت کو چاہیئے کہ وہ از خود اس فرد یا ان افراد کے خلاف کاروائی کرے جنہوں نے تہمت لگائی ہو،یعنی الزام سے بری ہونے والا ملزم یا ملزمہ کو تہمت لگانے والے کے خلاف ایک الگ مقدمہ دائر کرنے کی ضرورت کو ختم کرنا چاہیئے ،واضح رہے کہ قذف کے بارے میں شرعی اصول یہ ہے کہ قذف حق العبد ہے حق اللہ نہیں ہے اس لئے کہ قذف سے مقذوف کی عزت مجروح ہوتی ہے ریاست کی نہیں ۔یہی وجہ ہے کہ ریاست اپنے طور پر حد قذف جاری نہیں کرسکتی البتہ اگر تعزیری سزا دینا چاہے تو عدالت از خود دے سکتی ہے پس عورت پر اگر زنا کا الزام غلط ثابت ہو جائے عورت اگر مطالبہ کرے تو ملزم پر حدِقذف لگے گی۔اگر وہ معاف کرے تو معاف کرنے کا بھی اس کو اختیار ہے،اس کے لئے نئی ایف ائی آر درج کرنے اور وکیل کو پیسے دینے کی ضرورت نہیں ہے،جس عدالت میں عورتوں کے ایسے کیسز زیر سماعت ہے۔تو عدالت کو چاہیئے کہ ایسے ملزموں پر حد قذف فوراً جاری کرے اس لئے کہ جب عدالت میں کیس اگیا تو عورت نے موقع ہی پر مطالبہ کیا تو عدالت ملزم کو حد قذف جاری کردے گی،ملزم کے خلاف ایک الگ مقدمہ درج کرنے کی ضرورت انتظامی سقم ہے جس کی وجہ سے حدود آرڈی نینس کو نشانہ نہیں بنایا جاسکتا، یہ انتظامی خامیاں تلاش کر کے اس کی وجہ سے حدود اللہ کو نشانہ بنا کر حدود اللہ کو ختم کرنے کی سازش ہے۔ایسے ججز (جج) کو معزول کرنا چاہیئے ۔جو لاعلمی پر فیصلہ کرے،موجودہ انتظامیہ کو تبدیل کریں،ایک نئی اسلامی انتظامیہ جو اہل علم پر مشتمل ہو ان کو برسر وکار لانے چاہیئے ۔جو حدود میں کیسز کے صحیح اندراج سے واقف ہو۔اور اس کے حل کرنے پر ان کو مکمل عبور حاصل ہو۔

قذف میں ملزم کو قید کرنا:

قذف کی صورت میں اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہے تو عدالت قاذف کو اپنے مجلس کی برخاست ہونے تک قید میں رکھ سکتا ہے۔ کما فی البدائع : **وان قال المدعی لی بینة حاضرة فی المصر علیٰ قذفه بحبس المدعی علیه القذف الیٰ قیام الحاکم من مجلسه والمراد من الحبس الملازمه** : صاحبین کے نزدیک حدود میں شہادۃ کے بعد تزکیہ سے پہلے مجرم کو قید میں رکھنا جائز ہے بدائع میں ہے (وجه) **قولهما ان الحبس جائز فی الحدود فاالکفالة اولیٰ لا ن معنی الوثیقة فی الحبس ابلغ منه فی الکفارة، فلما جا ز الجس فاالکفالة اولیٰ بالجواز .**

ترجمہ: قذف کے جرم میں اگر مدعی نے کہا کہ میرے حاضر گواہ شہر میں موجود ہے تو قاضی،مدعی علیہ کو مجلس حکم کے برخاست ہونے تک قید میں رکھنا جائز ہے۔

(۳)حبس متھم جائز ہے، فان الحبس للتھمة مشروع روی انه علیه السلام حبس رجلا بالتھمة (بدائع الصنائع ۷/ ۵۳) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک گواہ ملنے کی صورت میں بھی قاضی کو حق حبس حاصل ہے وجہ قول ابی حنیفہؒ ان قول الشاھد الواحد وان کان لایوجب الحد فانه یوجب التھمة. وحبس المتھم جائز. بدائع الصنائع ۷/ ۵۳.

تعزیر کی کم از کم حد کیا ہے؟

تعزیر کی کم از کم حد تین کوڑے ہیں اور زیادہ سے زیادہ آزاد مرد کے حق میں پچھتر 75 کوڑے اور غلام کے حق میں 39 کوڑے ہیں تاہم احناف میں یہ تحدید امام ابی یوسفؒ کا قول ہے، عام جمہور ائمہ تعزیر کے مقدار اقل کے لئے تحدید کے قائل نہیں، بلکہ یہ تحدید حاکم وقاضی کے صوابدید پر موقوف ہے جو مصلحت کے تقاضا ہو وہ اسی پر عمل درآمد کرے اسی طرح جرم کی نوعیت اور مجرم کے حال کو مدنظر رکھنے کمافی الدر: والتعزیر لیس فیه تقدیر بل ھو مفوضی الیٰ رأی القاض)وعلیه مشائخنا. (زیلعی). لان المقصود منه الزجر واحوال الناس فیه مختلفه الخ. (درالمحتار ج: ۸/۱۰۷)

ترجمہ. تعزیری سزا میں کوئی تحدید نہیں بلکہ یہ قاضی کے صوابدید پر موقوف ہے۔

علامہ شامیؒ نے آگے تفصیل کے ساتھ تو یہ مسئلہ واضح کیا ہے کہ چونکہ جرائم کے انواع اور لوگوں کے احوال مختلف ہیں اس اختلاف کے پیش نظر قاضی (عدالت جرم کی نوعیت اور مجرم کے حال کو مدنظر رکھ کر کسی تعزیری سزا کا فیصلہ کرسکتا ہے۔اس لئے کہ ایک شریف خاندان والوں کو صرف کلام عنیف) (سخت بات سنانے) پر بہت کچھ محسوس ہوسکتا ہے جبکہ خسیس اور لاابالی پن والے لوگ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تاہم اشراف کے تعزیر سے حتی الامکان گریز کرنی چاہیئے۔(شامی ج: ۸/ ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹) باب التعزیر.

مسئلہ نمبر۴ اور سفارش نمبر۴ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

مسئلہ نمبر۴: حمل زنا کا ثبوت (روزنامہ جنگ)

استقرار حمل زنا کی شہادت کے طور پر لیا جاتا ہے بشرطیکہ عورت گواہوں سے یہ ثابت نہ کردے کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر ہوا ہے۔ایسی غلطی غیر شادی شدہ حاملہ عورتوں کے معاملے میں عموماً ہوجاتی ہے۔اسلام نے بہر حال زنا کو (زنا بالجبر نہیں) ثابت کرنے کے لئے بہت سخت شرائط رکھی ہیں۔زنا کے معاملے میں ذرا سا بھی شک ہو تو پھر حد کی سزا نہیں دی جاسکتی۔حدود آرڈی نینس نے اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھا۔

سفارش نمبر۴: (روزنامہ جنگ)

حاملہ اگر اپنی عصمت دری کا دعویٰ کرے تو اس پر زنا کا الزام لگایا جاسکتا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ حمل زنا کا کافی ثبوت نہیں۔2002ء

میں ''زعفران بی بی کیس'' میں وفاقی شریعت عدالت نے بھی یہ اصول قائم کیا تھا کہ حمل کو زنا (زنا بالجبر نہیں) یا بدکاری کے ثبوت کے طور پر نہیں لیا جانا چاہیے۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۵ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر ۴ سفارش نمبر ۴ کا فقہی جائزہ:

اس سفارش میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اس لئے کہ باکرہ (کنواری) عورت کا حمل، زنا شمار ہوگا، مگر یہ کہ عورت دعوی کرے کہ اس کے ساتھ کسی نے جبراً زنا کیا ہے یا شبہ کے ساتھ کیا ہے یا اس کے ساتھ کسی نے زنا نہیں کیا لیکن اسے پتہ بھی نہیں چل سکا کہ حمل کیسے ٹھہر گیا ہے۔ اگر قاضی کو قرائن سے یقین ہو جائے کہ عورت سچی ہے تو اس پر حدِ زنا جاری نہیں کی جائے گی لیکن اگر قاضی کو یقین ہو جائے کہ عورت جھوٹی ہے تو ایسی صورت میں عورت پر نفاس سے فراغت کے بعد حد لگائی جائے گی۔ اس انداز سے کہ عورت ہلاک نہ ہو جائے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ''حمل'' زنا کا ثبوت نہیں بلکہ محض احتمال زِنا ہے۔ ثبوت اس وقت ہوگا جب عورت اقرار کرلے یا حمل کے بارے میں اطمینان بخش وضاحت نہ کر سکے کہ حمل زنا سے نہیں ہے۔ جنگ کی سفارش کا خلاصہ یہ ہے کہ ''حمل'' کی صورت میں حاملہ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے، جو قطعاً غلط اور زنا کو جائز قرار دینے کے مترادف ہے۔

مسئلہ نمبر ۵ اور سفارش نمبر ۵ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم جنگ اخبار کے اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہے اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر ۵: زنا کے مقدمے کا اندراج (روزنامہ جنگ)

ایسے معاملے میں جہاں زنا (زنا بالجبر نہیں) کی حد یا انتہائی سزا کے لئے شہادتیں ناکافی ہوں تو پھر آرڈی نینس کے تحت تعزیر کی سزا کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس پیچیدگی کے باعث چار گواہوں کی شرعی شرط پوری نہ ہونے کے باوجود بہت سے لوگوں کو تعزیر کے تحت ایسے الزام میں طویل قید کاٹنی پڑی جو سو فیصد ثابت نہیں کیا جا سکا تھا۔ یہ صورت حال اسلام کے اصول عدل کے خلاف ہے۔

سفارش نمبر ۵: (روزنامہ جنگ)

شریعت کے تحت زنا (زنا بالجبر نہیں) کے مقدمے کے اندراج کی خاطر چار گواہ ضروری ہیں، ان چار گواہوں کی غیر موجودگی میں زنا (زنا بالجبر نہیں) ثابت ہو سکتا لہذا اس کا اندراج بھی نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی جرم ثابت ہوا تو آپ اللہ تعالی کی حد یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون (تعزیر) کے تحت کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۶ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر ۵ سفارش نمبر ۵ کا فقہی جائزہ:

اس سفارش میں کہا گیا ہے کہ چار گواہوں کی غیر موجودگی میں زنا (زنا بالجبر نہیں) ثابت نہیں ہوسکتا لہٰذا اس کا اندراج بھی نہیں ہوسکتا الخ۔ اخر میں یہ لکھا گیا کہ اگر کوئی جرم ثابت نہیں ہوا تو اپ اللہ تعالیٰ کی حد یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون (تعزیر) کے تحت کوئی سزا نہیں دے سکتے۔

تبصرہ:

واضح رہے کہ اس سفارش میں گواہوں کے معیار پوری نہ ہونے کی صورت میں قاضی (عدالت) کا ملزم کو تعزیری سزا کے طور پر قید میں رکھنے کی سزا کو درست نہیں کہا گیا۔ لیکن یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں ایسے بہت سارے نظائر موجود ہیں جن میں مجرم کو نفسِ تہمت کے بناء پر قید میں رکھنے کی سزا دی گئی ہے، جیسا کہ بھز ابن حکیم کی روایت میں گزر چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس تہمت کی بناء پر ایک شخص کو قید میں رکھا جب اس کی برأت ثابت ہوئی تو رہا کر دیا، (ترمذی ابواب الدیات جلد ۱ ص ۱۷۰ اقبیل ابواب الحدود) صاحب تحفۃ الاحوذی فرماتے ہیں کہ اس تہمت کی نوعیت گواہی میں جھوٹ تھی یا یہ کہ ایک شخص نے اس ملزم پر دین یا ذنب کا دعویٰ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قید میں رکھا۔ یہاں تک کہ مدعی کا دعویٰ سچے گواہوں سے ثابت ہو جائے جب مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رہا کر دیا، صاحب مرأت فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس پر دلالت کرتی ہے، کہ قید میں رکھنا بھی ایک حکم شرعی ہے اور صاحب لمعات فرماتے ہیں کہ ملزم کو گواہی پیش ہونے سے قبل اس کو قید میں رکھنا مشروع ہے جیسا کہ درجہ بالا واقعہ اس کے شاہد عدل ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ابواب الدیات باب ۲۰ حدیث ۱۴۳۶)

درجہ بالا تشریح سے واضح ہوا کہ تعزیری طور پر ملزم کو قید میں رکھنا کوئی انسانی قانون نہیں بلکہ شارع علیہ السلام کی ایک سنت ہے جس کی احیاء خود آپ کے حیات طیبہ میں بھی ہو چکی ہے باقی یہ کہ ملزم کو طویل قید پڑتی ہے، یہ حدود آرڈی نینس کے کوئی سقم نہیں ہے بلکہ یہ ایک انتظامی خرابی ہے، اس سلسلے میں ایف آئی آر (مقدمہ) درج کرنے کا طریقہ کار درست کرنے چاہیئے حدود میں کسی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۶ اور سفارش نمبر ۶ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

مسئلہ نمبر ۶: جرم کی نوعیت اور تعین سزا کے لئے ماحول، حالات و واقعات (روزنامہ جنگ)

حدود آرڈی نینس میں، حدود اللہ اور حد کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے یہ خیال نہیں رکھا گیا کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات کیا تھے جن میں جرم سرزد ہوا۔ قرآن حکیم کی روشنی میں اس امر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں غلاموں کے لئے سزا کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ ان کو سزا دی ہی نہ جائے کیونکہ ایسا بالکل ممکن ہے کہ انہیں دین اور اخلاق کی تعلیم نہ مل پائی ہو۔ بلکہ (سورۃ نساء، 4:25) قرآن حکیم میں یہ بھی ذکر ہے کہ اگر غلام یا لونڈی شادی شدہ بھی ہو، اسے مذہب اور اخلاق کو سمجھنے کے لئے

بہترین ماحول بھی میسر ہو، تب بھی اسے حد کے نصف یعنی پچاس کوڑوں کی سزا دی جائے۔

سفارش نمبر ۶: (روزنامہ جنگ)

حدود اللہ میں زنا بالرضا کی انتہائی سزا سو کوڑے ہیں۔ یہ سزا اس وقت دی جاسکتی ہے جب جرم ہر لحاظ سے ثابت ہو جائے اور مجرم کے حالات اور اس کا پس منظر سزا میں کسی بھی کمی کا متقاضی نہ ہو۔ حدود آرڈی نینس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جرم اگر پوری طرح ثابت ہو جائے یعنی چار گواہ میسر آجائیں تو حد کی سزا نافذ ہوگی اور اگر کم درجے میں ثابت ہو تو تعزیر کی سزا نافذ ہوگی۔ یہ اخلاقیاتِ قانون کا مسلمہ اصول ہے کہ جرم سو فی صد ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ثبوت میں کمی کے باعث سزا میں کمی یا اضافہ ناانصافی ہے۔ جب کہ اسلام سزا میں کمی کی وجوہ میں ثبوت کے بجائے جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات کو پیش نظر رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ ''سورۃ نساء کی آیت 25 میں واضح ہے''۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۶ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر ۶ سفارش نمبر ۶ کا فقہی جائزہ:

واضح رہے کہ حدود اللہ منصوص سزائیں ہیں اور ان میں کمی کے معیار ثبوت میں کمی بنیاد بنایا گیا ہے سفارش میں حالات کے بناء پر جرم میں کمی کے بنیاد غلام اور لونڈی کی حالت پر قیاس قرار دیا گیا ہے لیکن شرعی طور پر یہ قیاس درست نہیں ہے اس لئے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ غلام چونکہ مولیٰ کی خدمت میں مصروف رہتا ہے لہذا جہل باحکام الشرع اس کے حق میں عذر ہے لیکن باقی لوگ کے حق میں جہل باحکام الشرع کوئی عذر نہیں بن سکتا ہے اس لئے کہ جب یہ لوگ ایک مسلم ریاست میں رہائش پذیر ہیں اور مسلم ریاست احکام شرع کا دار (گھر) ہے لہذا ہر مسلم ''من حیث ھو مسلم'' پر یہ اسلامی فریضہ بنتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضروری احکام شرع سے آگاہ رکھے۔ اب یہ جہل ان کے اپنے تقصیر ہے اس حوالے سے وہ زیادہ تعزیر کے لائق ہے، بجائے اس کے کہ اس کے سزا میں کمی اس کے حال (لاعلمی) پر موقوف رکھا جائے۔ لہذا یہ سفارش اسلامی تعلیمات کے حوالے سے سراسر غلط ہے اور جھوٹ کے پلندہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۷ اور سفارش نمبر ۷ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم روزنامہ جنگ کی اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہے اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر ۷: زیادتی کی شکار ہونے والی خاتون کا بیان اعتراف گناہ نہیں (روزنامہ جنگ)

ایک ایسی عورت جس نے اپنی عصمت دری کا دعویٰ کیا ہو اگر حدود آرڈی نینس کے تحت مناسب شہادت اور ثبوت نہ پیش کر سکے

تو اسے زنا کا مرتکب اور اس کے بیان کو اعتراف گناہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ یوں حیرت انگیز طور پر عصمت دری کا شکار ہونے والی عورت کو زانیہ اور بدکار قرار دے دیا جاتا ہے۔ اسلامی قانون کے نام پر ہونے والی یہ کارروائی صریح ناانصافی اور ناقابل قبول ہے۔

سفارش نمبر ۷: (روزنامہ جنگ)

عقل انسانی فلسفہ و منطق قانون اور شریعت کا تقاضہ ہے کہ مدعی اور مدعہ علیہ ظالم و مظلوم شکار اور شکاری کے درمیان تمیز کی جائے۔ اگر اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تو زیادتی کا شکار ہونے والی کو ملزم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا قانون قذف اس اصول کی عکاسی کرتا ہے۔ قذف کا اطلاق ایسے فرد پر ہوتا ہے۔ جس نے کسی دوسرے پر جھوٹا الزام یا تہمت لگائی ہو۔ زیادتی یا جرم کا شکار ہونے والے پر قذف نہیں لگ سکتی، اسی باعث قذف کا اطلاق زنا کے جھوٹے الزام پر ہوتا ہے زنا بالجبر کے معاملے پر نہیں جہاں شکایت ایسی عورت کرتی ہے جو خود جرم کا شکار ہوئی ہو۔ زنا بالجبر کے معاملے میں قذف از خود نہیں ہوگی بلکہ ملزم بری ہونے کے بعد ایک الگ کیس کرے گا اور یہ ثابت کرے گا کہ الزام بدنیتی پر مبنی تھا۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۶ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر ۷ سفارش نمبر ۷ کا فقہی جائزہ:

اس سفارش میں کہا گیا ہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں اگر عورت مناسب شہادت اور ثبوت نہ پیش کر سکے تو عورت خود مقذوفہ بنتی ہے، اور یہ جبر کے شکار عورت پر قذف کی سزا ظلم اور تشدد ہے۔

واضح رہے کہ قذف چونکہ حق العبد ہے۔ جس کی وجہ سے خود بندہ کی حیاء اور عزت مجروح ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ قاذف پر موقوف ہے اگر وہ دعویٰ کریں تو مقذوف پر حد لگے گی۔ ورنہ وہ عورت از خود مقذوفہ نہیں بن سکتی تو اس صورت میں شریعت نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ اگر قاذف حد (سزا) کا مطالبہ نہ کریں تو سزا نہیں دے سکتا تو یہ معاف بھی ہوسکتا ہے لہٰذا عورت نفسِ مقذوفہ بننے کی وجہ سے یہ کسی ظلم کی شکار نہیں بنتی۔ اس میں خود معاشرے کے امن و امان اور عزتِ نفس محفوظ ہونے کی ضمانت ہے، باقی یہ کہ عورت طویل عرصہ جیل کاٹتی ہے تو یہ بھی انتظامی خرابی ہے۔ جو حدود اللہ میں ترامیم اور تبدیلی کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ اور اسی وجہ سے حدود اللہ نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔

مسئلہ نمبر ۸ اور سفارش نمبر ۸ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم روزنامہ جنگ کی اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر ۸: زنا اور زنا بالجبر کے لئے شہادتوں میں فرق (روزنامہ جنگ)

آج تک عصمت دری کے کسی ملزم پر حد کا اطلاق نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ عدالتوں میں ایسا کوئی بھی مقدمہ نہیں جس میں چار متقی ایمان دار اور سچے گواہ دستیاب ہوں۔ قرآن پاک میں چار گواہوں کی ضرورت زنا (زنا بالجبر نہیں) کے مقدمات میں بیان کی گئی ہے۔ علم اور تجربے سے معلوم ہو چکا ہے کہ زنا کو اس طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا ہم اسلام کے نام پر کسی ایسے قانون کے استعمال کی اجازت نہیں دے سکتے جس سے مکروہ جرائم میں ملوث مجرم انصاف کے کٹہرے میں نہ لائے جاسکیں۔

سفارش نمبر ۸: (روزنامہ جنگ)

زنا بالجبر کے معاملے میں ایسے چار گواہوں کا ملنا ممکن نہیں جو تزکیۃ الشہود کی شرائط پر پورا اترتے ہوں اور عدالت میں گواہی دینے پر بھی آمادہ ہوں۔ قرائنی شہادت سے زنا بالجبر کا ثبوت ایسی صورتحال میں سائنس اور میڈیکل کا علم بطور گواہی زنا بالجبر کے کیس میں لایا جاسکتا ہے۔ اس طرح مجرم کی شناخت بھی ممکن ہو سکے گی۔ سائنس اور میڈیکل کے ذریعے جرم ثابت ہو جائے تو پھر مجرم پر حد کا اطلاق ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو عصمت دری کا شکار عورتوں کو انصاف نہیں ملے گا اور مجرم کو سزا نہیں ملے گی۔ یقیناً اللہ معاشرے میں اس طرح کی بے انصافی کو پسند نہیں کرتا۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۶ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر ۸ سفارش نمبر ۸ کا فقہی جائزہ:

مسئلہ میں درج عبارت سے توہین قرآن پاک ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ چار شہادتوں کے قانون کی مزاحمت کا اعلان کیا گیا ہے جو حدود اللہ کی توہین ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ حدود آرڈی ننس جو انسان کا مرتب دیا ہوا ہے، ہم اسکے خلاف ہیں، لیکن یہاں ان لوگوں کے اندر کا چور سامنے آگیا کہ حدود آرڈی ننس کے ضمن میں حدود اللہ کی مخالفت مقصود ہے اور جو سفارش کی گئی ہے وہ ناقص ہے۔

طبی رپورٹ کا جائزہ:

سفارش نمبر ۸ میں کہا گیا ہے کہ اگر سائنس اور میڈیکل کے ذریعے جرم ثابت ہو جائے تو پھر مجرم پر حد کا اطلاق ہونا چاہیے۔ ذیل میں ہم طبی رپورٹ سے جرم کا ثبوت کے حوالے سے فقہی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

حدود آرڈیننس پر سفارشات کمیٹی نے ایک جگہ حمل کو زنا کی ثبوت کے لئے بطور قرائنی شہادت تسلیم نہیں کیا حالانکہ دوسری جگہ پر زنا بالجبر کی ثبوت کے لئے طبی رپورٹ کو بطور شہادت یا حجت تسلیم کیا گیا ہے، شریعت میں زنا کی ثبوت کے لئے اقرار یا شہادت ضروری ہے حمل کے ساتھ اگر اقرار بھی ہو تو یہ ثبوت کے لئے صحت بن سکتا ہے، لیکن طبی رپورٹ صرف مؤید اور معین ثبوت زنا ہو سکتا ہے مستقل حجت نہیں بن سکتا اس کے علاوہ طبی رپورٹ کو بطور حجت پیش کرنے میں ایک بڑی سقم یہ ہے۔ کہ طبی معائنہ کرانے والے اس میں جعل وتلبیس سے

کام لے سکتے ہیں جس کی وجہ سے اس رپورٹ پر شرعاً اعتماد باقی نہیں رہتا۔ اس کی سب سے بڑی شاہد ''زعفران بی بی'' کیس ہے جس میں زعفران بی بی نے اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کی رپورٹ متعلقہ تھانے میں درج کروائی جس میں اس نے واضح طور پر یہ موقف اختیار کیا کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا گیا ہے لیکن بعدازاں اس کا طبی معائنہ کروانے کے بعد اسے بھی اس مقدمہ میں شریک ملزم بنا دیا گیا، لیکن اس میں قصور حدزنا آرڈیننس کا نہیں، بلکہ ان قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ہے جو اس قانون کا سہارا لے کر خواتین کو بدنامی، قید اور مقدمہ بازی کا عذاب جھیلنے پر مجبور کرتے ہیں، اس حوالے سے قانون نافذ کرنے والے بہت سے ادارے دیگر قوانین کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس بناء پر قوانین کو ختم نہیں کیا جا سکتا، اس مسئلہ کے حل کے لئے قانون کا غلط استعمال کرنے والوں کی زجراً اور تادیباً کا خاطر خواہ انتظام کرنے کی ضرورت ہے (حدزنا آرڈیننس ص ۳۷۳۶)

طبی رپورٹ پر اطمینان کی صورت میں عدالت مجرم کو تعزیری سزا دے سکتی ہے:

نوٹ: واضح رہے کہ کسی جرم کے اثبات کے لئے محض دعویٰ کرنا کافی نہیں، جب تک شریعت کے مطابق شہادت موجود نہ ہو، البتہ قرائن اور شہادت کی وجہ سے جب قاضی (جج) کو اس شخص کے متہم بالفعل ہونے کا یقین ہو جائے، تو پھر محض سیاستہ سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے، لہٰذا زنا بالجبر کے معاملے میں اگر ایسے چار گواہوں کا ملنا ممکن نہ ہو جو تزکیۃ الشہود کی شرائط پر پورا اترتے ہوں اور عدالت کو میڈیکل رپورٹ اور ملزم کی شہادت کے بارے میں اطمینان ہو جائے کہ اس نے مدعی کے ساتھ زبردستی کی ہے تو عدالت اسے تعزیر سزا دے سکتی ہے، اور اس قسم کے واقعات کے بارے میں عدالت اطمینان کر لینے کے بعد مجرم کو سیاسۃً سزا دینے کا اختیار رکھتی ہے جیسا کہ علامہ حصکفیؒ ارقام فرماتے ہیں: قوله: ومن يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس اجسه واخلده في السجن حتى يتوب لا ن شر هذا على الناس (درمختار ج ۴ ص ۷۶)

ترجمہ: علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ جس پر قتل اور چوری کی تہمت لگائی جائے تو اس کو ہمیشہ کے لئے قید کیا جائے البتہ اگر توبہ کرے تو چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ اس کی شر متعدی ہے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ امداد الاحکام میں ارقام فرماتے ہیں ''محض عورت کے کہنے سے مرد پر سیاستہ تعزیر نہیں ہو سکتی بلکہ اگر قاضی کی رائے میں قرائن اخر سے وہ متہم کے درجے میں ہو جائے تو تعزیراً کچھ سزا دی جا سکتی ہے مگر قاضی آج کل کہاں؟ البتہ بعض قوموں میں پنچائیت کا زور ہوتا ہے، تو پنچائیت اس بارہ میں بمنزلہ قاضی کے ہے اگر وہ مسائل شرعیہ سے باخبر ہوں، یا کسی عالم سے پوچھ کر عمل کرتے ہوں ''امداد الاحکام ج ۳ ص ۱۲۸''

مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ طبی رپورٹ کے ذریعے اگر جرم ثابت ہو جائے اور عدالت کو اطمینان بھی ہو جائے تو مجرم کو تعزیری سزا دی جا سکتی ہے لیکن عدالت مجرم کو حد کی سزا نہیں دے سکتا جب تک گواہ پیش نہ ہو جائے ''سفارشات کمیٹی'' کی سفارش نمبر (8) کا یہ متن کہ

سائنس اور میڈیکل کے ذریعے جرم ثابت ہوجائے تو پھر مجرم پر حد کا اطلاق ہوگا'' یا ہونے چاہئے، فقہی حوالے سے درست نہیں ہے۔اس لئے میڈیکل رپورٹ صرف تعزیری سزا کے لئے کافی ہے حد کے اطلاق کے لئے ثبوت نہیں بن سکتا۔ واللہ اعلم!

مسئلہ نمبر ۹ اور سفارش نمبر ۹ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم روزنامہ جنگ کی اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر ۹: زنا بالرضا اور زنا بالجبر کی سزاؤں میں فرق (روزنامہ جنگ)

حدود آرڈی نینس میں زنا اور زنا بالجبر کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا، دونوں جرائم کے لئے ثبوت اور سزا کا ایک ہی معیار ہے۔ مثال کے طور پر بدکاری کرنے والے غیر شادی شدہ شخص کی سزا وہی ہے جو غیر شادی شدہ زانی کی یعنی سو کوڑے۔ حدود آرڈی نینس مجرم کے جرم کی نوعیت نہیں بلکہ مجرم کی ازدواجی حیثیت میں تمیز کرتا ہے۔ اس طرح زنا اور بدکاری کو ایک ہی درجے میں رکھا گیا ہے، غلطی مفروضے کی بنیاد پر آرڈی نینس تیار کرنے والوں کی ہے اور ہم اسے شریعت اسلامی کے مطابق قرار نہیں دے سکتے۔ زنا بالجبر زیادہ گھناؤنا اور مکروہ جرم ہے جس کی سزا بھی زیادہ ہونی چاہیے اس کے لئے ثبوت وشہادت بھی زنا کے معاملے سے مختلف ہونی چاہیے۔ یہ بات کہ مجرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ ایک ثانوی بحث ہے۔ زنا بالجبر کے معاملے میں اس کا کوئی تعلق نہیں، ہم اپنے آپ سے ایک سوال پوچھ سکتے ہیں۔'' کیا زنا کی شکار ہونے والی خاتون کے لئے یہ بات کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کا مجرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ؟

سفارش نمبر ۹: (روزنامہ جنگ)

زنا کے جرم میں قرآن حکیم کے احکام بہت واضح ہیں کہ اگر چار گواہ موجود ہوں تو حد لاگو ہوگی (سو کوڑوں کی سزا) لیکن زنا بالجبر کے معاملے میں شہادتوں اور ثبوت کا درجہ مقرر نہیں کیا گیا ہے جہاں سزا کا تعلق ہے تو اسے ان آیات میں تلاش کیا جاسکتا ہے، جو حرابہ سے متعلق ہیں۔ (حرابہ ان انتہائی اور کم از کم سزاؤں سے بحث کرتا ہے جو زمین پر فساد پھیلانے (فساد فی الارض) یا معاشرے کے خلاف جنگ کے جرائم سے متعلق ہیں) ایسے امور میں سزا کی سنگینی کا انحصار مجرم کے حالات پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی جرم کو ثابت کرنے اور پھر سزا دینے کا حق دیا ہے تمام فقہاء متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ ایسے جرائم کو چھوڑ کر جن میں مطلوبہ ثبوت وشہادت کا خاص طور سے ذکر ہے، باقی تمام جرائم کا مقدمہ عام کارروائی کے ضابطوں کے تحت چلنا چاہیے۔ اللہ کی طرف سے ثبوت وشہادت کا تعین زنا کے معاملے میں کر دیا گیا ہے۔ بعض معاملات کو طے کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر چھوڑ دی ہے تاکہ وہ فیصلہ کریں۔ یوں فطری انصاف کا اصول متاثر نہ ہو۔ اس کے لئے اجتہاد کیا جاسکتا ہے ہم یہ اجتہاد بھی کر سکتے ہیں کہ بدکاری اور زنا بالجبر دو الگ جرائم ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا مسائل اور سفارشات سے ظاہر ہے۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۶ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر ۹ سفارش نمبر ۹ کا فقہی جائزہ:

سفارش کا متن: زنا بالجبر کی طریقہ ثبوت اور سزا کا معاملہ الگ ہیں، لیکن زنا بالجبر کے معاملے میں شہادتوں اور ثبوت کا درجہ مقرر نہیں کیا گیا جہاں سزا کا تعلق ہے، تو اسے ان آیات میں تلاش کیا جا سکتا ہے جو حرابہ سے متعلق ہیں۔

جائزہ: اس سفارش میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ زنا بالجبر زنا کے معاملے سے ایک الگ جرم ہے جن کا طریقہ ثبوت اور سزا قرآن مجید میں بیان نہیں کیا گیا، اس سفارش میں واضح کر کے زنا بالجبر حرابہ میں داخل کیا گیا ہے واضح رہے کہ زنا بالجبر زنا ہی کا ایک نوع ہے، جبکہ حرابہ اس سے مختلف جرم ہے لہٰذا زنا بالجبر کی صورت میں حد زنا ہی جاری ہوگی نہ کہ حد حرابہ، اگر چہ جبر کی صورت میں بھی شادی شدہ زانی کی سزا میں تفریق ہوگی۔ فقہاء کرام نے زنا کی جو تعریف کی ہے وہ حرابہ پر صادق نہیں آتی اور حرابہ کی جو تعریف کی ہے وہ زنا پر صادق نہیں آتی۔ حرابہ ڈاکہ ڈالنے کا نام ہے۔

حرابہ کی تحقیق: حرابہ قطع الطریق ''ڈاکہ'' ڈالنے کو کہا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہوں فقہی عبارات:

وفی التشریح الجنائی : الحرابة هي قطع الطريق أو هی السرقة الكبرى (۶۳۸/۲) وفی تکملة فتح الملهم: الحرابة هی قطع الطريق وهو الخروج لأخذ المال على سبيل المغالبة على وجه يمتنع المارة عن المرور وينقطع الطريق (۳۰۸/۲).

وفی المغنی لابن قدامة: والمحاربون الذين يعرضون للقوم بالسلاح فی الصحراء فيغصبونهم المال مجاهرة (۴۷۴/۱۲).

ترجمہ: التشریح الجنائی میں ہے: کہ حرابہ راستے پر لوٹ مار اور بڑی چوری ہے۔ اسی طرح وہ عمل جو دوسروں کے مال لینے کے لئے اپنایا جائے جبر اور قہر کے رو سے، تاکہ لوگ راستے پر چلنا چھوڑ دے اور راستہ بند ہو جائے۔

وفی الشرح الصغير: المحارب الذی يترتب عليه أحكام الحرابة قاطع الطريق أی مخيفها لمنع سلوک أی مرور فيها أخذ مال محترم على وجه يتعذر منه الغوث (۴۹۱/۴). وفی تحفة المحتاج مع حواشی الشروانی: باب قاطع الطريق سمی بذلک لمنعه المرور فيها ببروزه لأخذ مال أو قتل أو إرهاب مكابرة اعتمادا على القوة مع عدم الغوث،

والأصل فيه قوله تعالى: (إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله) الآية (۱۵۷/۹).

علامہ قرطبیؒ اور بعض مفسرین کے حوالے سے مغالطہ آفرینی:

''زنا بالجبر'' کو ''فساد فی الارض'' کہہ کر ''حرابہ'' کے تحت لانے والے امام قرطبی یا بعض مفسرین کا حوالہ دے کر مغالطہ آفرینی کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ امام قرطبی سورۃ المائدہ آیت 33 (آیت حرابہ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ''بارہواں تفسیری قول'' کے تحت لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''اس میں 'امام مجاہدؒ' کی بھی ایک تفسیر ہے؛ مجاہدؒ نے کہا: ''اس آیت میں محاربہ سے مراد زنا اور سرقہ ہے''؛ اور یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور نبی کریم ﷺ کی زبانِ (مبارک) سے بیان فرمادیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور زانی اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو (100) کوڑے لگائے جائیں اور علاقے سے نکال دیا جائے گا اور اگر مسلمان شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے؛ اور اس آیت میں محاربہ کے احکام اس کے مخالف ہیں۔ ہاں اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ وہ زنا (بالجبر) کے لئے مسلح ہو کر ڈرائے دھمکائے اور دہشت گردی کرے تو یہ محاربہ کی قبیح ترین صورت ہے اور اس معنی میں یہ ''فساد فی الارض'' میں داخل ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن للامام قرطبی ،تفسیر سورۃ المائدہ: آیت 33)

زنا بالرضاء اور زنا بالجبر کے سزا میں اور طریقہ ثبوت میں کوئی تفریق نہیں، سفارش (۹) میں لکھا گیا ہے کہ زنا بالجبر کے متعلق سزا کا تذکرہ خود زنا سے متعلق ایات میں نہیں ملتا تاہم یہ حرابہ سے متعلق ایات میں تلاش کیا جاسکتا ہے، اس سفارش پر فقہی نقطہ نظر سے تومدلل بحث گزر چکی ہے کہ زنا بالجبر حرابہ میں داخل نہیں، اس کے علاوہ یہ کہ خود قرآنی آیات جو زنا کے متعلق ہیں ان میں اس تفریق کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ قرآن کریم نے زنا کے لئے جو قانونی سزائیں تجویز کی ہیں ان میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ سزائیں بالرضا زنا کے لئے ہیں بلکہ قرآن کریم میں جہاں یہ سزائیں بھی بیان کی گئی ہیں، وہاں مطلق قانون کا ذکر ملتا ہے،''جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا خواہ بالجبر ہو یا بالرضا قرآنی قانون کی نظر میں یکساں طور پر جرم ہیں۔ اور دونوں قسم کے زنا میں قانونی سزائیں نافذ کی جائیں گی اختیاری اور جبری زنا کا یہ فرق اگر مغربی قانون میں ہو تو ہوسکتا ہے۔ مگر اسلامی شریعت اس فرق سے قطعی طور پر خلاف ہے۔ البتہ عورت زنا بالجبر کی صورت میں قانونی سزا سے مستثنیٰ ہوگی اگر چہ اختیاری زنا کی صورت میں بھی وہ مرد کی طرح سزا کی مستحق رہے گی اور مرد کی طرح اس پر بھی حد شرعی قائم ہوگی، (فتاویٰ حقانیہ ج ۵ : ۱۷۸)

لہٰذا ارڈیننس کی دفعہ (8) میں دی گئی زنا بالجبر کے حوالے سے ارڈیننس کی دفعات شریعت کے مطابق ہیں اور چار گواہوں کی بیان کردہ شرط کے ساتھ زنا، اور زنا بالجبر دونوں کا معاملہ سورۃ النور میں طے کردیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰ اور سفارش نمبر ۱۰ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم روزنامہ جنگ کی اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر۱۰: غیر مسلم اور حدود اللہ (روزنامہ جنگ)

پاکستان میں حدود آرڈی نینس کا اطلاق غیر مسلموں پر بھی کر دیا گیا ہے جبکہ اسلامی ریاست میں شریعت کا تقاضہ ہے کہ غیر مسلم اپنے طور طریقوں کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں، ان پر مقدمات بھی ان کی مذہبی تعلیم کے مطابق چلنے چاہئیں۔

سفارش نمبر۱۰: (روزنامہ جنگ)

قرآنی احکام کا اطلاق ان لوگوں پر ہو جاتا ہے جو قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، اس کا نفاذ اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والوں پر کیا گیا تب یہ جبر اور دباؤ کا معاملہ ہو جائے گا۔ اور اسلام جبر کے خلاف ہے۔ حدود آرڈی نینس کے قانون میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ اسلامی روایات پیش نظر رہیں۔ ہم معاشرے میں عدم رواداری اور دھونس دھاندلی کے فروغ کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتے۔ ان معاملات میں غیر مسلموں پر مقدمہ عام قوانین یعنی پاکستان پینل کوڈ کے تحت ہونا چاہیے۔

(بحوالہ روزنامہ جنگ ص۶ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ نمبر۱۰ سفارش نمبر۱۰ کا فقہی جائزہ:

غیر مسلم کو حدود اللہ کے نفاذ سے مستثنیٰ قرار دینے کی کوشش ناپاک ہے اس لئے کہ ذخیرہ احادیث اور فقہ میں اس فرق کو روا نہیں رکھا گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث شاہد ہیں کہ زنا کی سب سے پہلی سزا رجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی مرد اور عورت کو دی تھی۔ اس کے علاوہ علامہ کاسائیؒ کا خیال ہے کہ سورہ النور کی آیت نمبر۲ عمومی حکم ہے اس میں الزانیۃ والزانی فرمایا گیا، مؤمن اور مسلم یا کافر کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی، جیسا کہ صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسائیؒ ارقام فرماتے ہیں قولہ: **قولنا، فی زنا الذمی قوله تعالیٰ: الزانية والزانی فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة اوجب سبحانه وتعالیٰ الجلد علیٰ كل زان وزانية اوعلیٰ مطلق الزانی والزانية من غير فصل بين الكافر والمؤمن (بدائع الصنائع ۷: ۳۸)**

ترجمہ: زناکار مرد اور زانیہ عورت دونوں کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے یہ حکم مطلق (عام) ہے اس میں مسلمان اور کافر کا تفریق روا نہیں رکھا گیا ہے۔

اسی طرح ایک دو صفحے قبل ارقام فرماتے ہیں **قوله: ويحد الذمی لا نه بالذمة والعهد التزم احكام الاسلام مطلقاً الا فی قدر ما وقع الا ستثنا فيه الخ حواله سابق ص ۳۵. ترجمه:** ذمی پر بھی حد لگائے جائے اس لئے کہ ذمہ قبول کرنے کی وجہ سے اس نے احکام اسلام کے پاسداری کا عہد کر لیا ہے البتہ جن احکام میں ان کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ان پر وہ ماخوذ نہیں ہوں گے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ زنا تمام ادیان میں حرام ہے چنانچہ علامہ کاسائیؒ ارقام فرماتے ہیں۔ **قوله: ولان اشتراط الاسلام للزجر عن الزنا والدين المطلق يصلح للزجر عن الزنا لان الزنا حرام فی الاديان كلها الخ (بدائع الصنائع، ج: ۷/ ۳۸۔**

ترجمہ: زانی کا مسلمان ہونا اس لئے شرط ہے تا کہ زنا سے نفرت پیدا ہو جائے اس وجہ سے کہ زنا تمام ادیان (مذاہب) میں حرام (جرم) ہے تو اس حوالے سے ذمی اور مسلمان دونوں کے حق میں یہ جرم ہے۔

سفارشات کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ غیر مسلموں پر حد جاری نہ کی جائے اس لئے کہ حد کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو قرآن حکیم کو مانتا ہے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس کا نفاذ اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والوں پر کیا گیا تب تو جبر واکراہ (دباؤ) کا معاملہ ہوگا اور اسلام جبر کے خلاف ہے۔ یہ سفارش خود قابل نظر ہے اس لئے علامہ کاسانیؒ کے حوالہ یہ ثابت ہوا کہ اہل الذمہ (غیر مسلم) نے ذمہ قبول کرنے کے ساتھ دارالاسلام کے تمام احکام کی قبول کرنے کے لئے ثبوت پیش کی ہے لہٰذا یہ حدود اللہ بھی احکام اسلام کا حصہ ہے تو اس کی پاسداری بھی ان پر واجب ہوگی، اس کے علاوہ خود تورات اور انجیل میں زانی کے لئے رجم (سنگسار کا ذکر ملتا ہے) چنانچہ توریت میں ہے کہ اگر یہ بات سچی ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہ پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازے سے نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اس کو سنگسار کریں کہ وہ مرجائے، کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے رفع کریں'' استثناء ۲۱) اسی طرح انجیل یوحنا میں بھی زانیہ کے لئے سنگسار کا تذکرہ موجود ہے، ملاحظہ ہو باب ۸ ص ۳۸ یوحنا ایت:

البتہ اسلام نے غیر مسلم کو یہ رعایت دی ہے کہ اس پر رجم نہیں اس لئے کہ وہ محصن نہیں، محصن ہونے کیلئے پہلی شرط اسلام ہے اور دوسری شرط آزاد عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہے جبکہ مباشرت بھی کر چکا ہو، لہٰذا اس معاملے کے حوالے سے پاکستان پینل کورٹ بھی غیر مسلموں پر مقدمہ عام قوانین کے تحت لانے کے باوجود غیر مسلموں کو حدود اللہ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتا، دراصل یہ سفارش بھی ایک بڑی غلط فہمی کا نتیجہ ہے اس لئے کہ شخصی قوانین میں تو ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے فرد کو یہ مکمل آزادی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کروائے مثال کے طور پر طلاق ونکاح کے قوانین یا وراثت کے قوانین، لیکن وہ ملکی قوانین جن کا تعلق امن وامان اور معاشرے سے جرائم کی بیخ کنی سے ہوتا ہے ان کا اطلاق بلاتمیز سب شہریوں پر کیا جاتا ہے، وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں پوری دنیا میں یہی اصول رائج ہے مثال کے طور پر ایک مسلمان عورت امریکہ میں اگر ظلم کا شکار ہوتی ہے تو وہ یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ ظالم کو سزا اسلامی قوانین کے مطابق دی جائے بلکہ وہاں کے ملکی قانون کا اطلاق ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی سزاؤں کا مقصد جرم کا سد باب ہے اور ان کی بیخ کنی ہے اگر یہ اصول اپنا لیا جائے کہ مسلمانوں کو زنا کے جرم میں کوڑے مارے جائیں اور غیر مسلموں کو اس حد سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو اس سے جرم کے ارتکاب کا ایک دروازہ کھل جائے گا۔

اور معاشرے میں ان جرائم کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا سزا دینے کا مقصد جرم کا سد باب کرنا اور مجرم پر سزا نافذ کر کے دوسروں کو تنبیہ کرنا ہے چونکہ یہ سزائیں ملکی قوانین کے تحت مقرر کی گئی ہیں۔ لہٰذا مسلم اور غیر مسلم دونوں کو جرم کا ارتکاب کرنے پر دی جائے گی (حد زنا

آرڈیننس پر اعتراضات کی حقیقت ص ۳۶ ترتیب ویمن ایڈ ٹرسٹ)

مسئلہ نمبر ۱۱ اور سفارش نمبر ۱۱ سے متعلق اشتہار کی اصل عبارت:

ذیل میں ہم روزنامہ جنگ کی اس اشتہار کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر تبصرہ پیش کریں گے۔

مسئلہ نمبر ۱۱: گواہوں کا معیار (روزنامہ جنگ)

گواہوں کے معیار کا تعین کرتے وقت حدود آرڈی نینس میں مذہب اور جنس کی بنیاد پر تمیز کی گئی ہے اور یہ شریعت کے منافی ہے۔

سفارش نمبر ۱۱: (روزنامہ جنگ)

گواہ کا معیار اس کا با اعتبار ہونا، اچھا کردار ایمانداری ہونا چاہیے، یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ گواہ زیادتی کی شکار عورت یا ملزمہ سے کوئی عداوت نہیں رکھتا اور کسی دوسرے فریق کا حامی نہیں۔ قرآن نے گواہی کے سلسلے میں مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں کی ہے کیونکہ گواہ کے لئے جو معیار مقرر کیا گیا ہے اس سے جنس و مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ حدود اللہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی ایسا کوئی امتیاز نہیں کرنا چاہیے، یہ بھی پیش نظر رکھنا ہوگا کہ ارتکاب جرم کے وقت گواہوں کا انتخاب کسی کے بس میں نہیں اس کا انحصار حالات اور وقت پر ہے۔

(بحوالہ روزنامہ جنگ ص ۶ بتاریخ ۱۴ جون ۲۰۰۶ء)

مسئلہ ۱۱ سفارش نمبر ۱۱ کا فقہی جائزہ:

فقہ حنفی کا اصول یہ ہے کہ حدود وقصاص میں عورت کی شہادت اس لئے کافی نہیں ہے کہ اس کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اس کی شہادت میں غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مالی معاملات میں دو عورتوں کو بحیثیت ایک گواہ مانا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ (ان تضل احداھما فتذکر احداھما الأخرٰی (بقرہ) تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے۔ ان دونوں کو بحیثیت گواہ مانا گیا ہے، دوسری کو بحیثیت مددگار نہیں لیا گیا شریعت حدود اور قصاص میں انتہائی قطعی اور یقینی دلائل کا مطالبہ کرتی ہے دیگر معاملات میں وہ اتنی قطعیت کو ضروری نہیں سمجھتی اس لئے ان دلائل میں کسی شبہ کے باوجود فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

اس اصول کی رو سے حدود وقصاص کے علاوہ صرف نسوانی مسائل میں صرف خواتین کی شہادت کو تسلیم کیا گیا۔ البتہ باقی مالی معاملات میں ان کے شہادت تب قبول ہوگی کہ ان کے ساتھ گواہی میں کوئی مرد شریک ہو، صاحب عنایہ نے اس کی علت یوں بیان کی ہے، قولہ: ان القیاس یقتضی قبول ذالک لکنہ ترک ذالک کیلا یکثر خرو جھن (العنایہ بر حاشیہ فتح القدیر ص ۸) ترجمہ: قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ تنہا خواتین کی شہادت بھی قبول کی جائے، لیکن اس پر عمل اس لئے نہیں کیا گیا تاکہ گھروں سے باہر عورتوں کے کہ آمد ورفت

زیادہ نہ ہونے لگے۔

سفارش (۱۱) میں لکھا ہے کہ قرآن نے گواہی کے سلسلے میں مرد وعورت (جنس کی تمیز) نہیں کی، یہ دعوی غلط ہے بلکہ قرآن میں صرف مرد کی گواہی معتبر ہے ذیل میں چند شواہد کے ساتھ جنس کی تمیز کو ثابت کیا جاتا ہے۔

۱: قرآن کریم میں ارشادگرامی ہے۔لو لا جاؤ علیہ بأربعۃ شہداء (سورۃ نور ۱۳) عربی میں ثلاثہ سے عشرہ تک مذکر کے لے تأ کی ساتھ مؤنث کے لئے بغیر تأ کے عدد استعمال ہوتی ہے اگر عورتوں کے گواہی قبول ہوتی تو اربع ذکر ہوتا۔

۲: شہداء شاہد کی جمع ہے جو مذکر ہے، (۳) منکم۔کم کی ضمیر۔حاضر مذکر کا صیغہ ہے عورتوں کے لئے منکنّ آتا ہے۔(۴) شاہد کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال نہیں ہوتا صرف مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے (ملاحظہ ہو) صراح، قاموس، تہذیب، لغات الحدیث تاج العروس۔بحوالہ حدود آرڈیننس قومی کمیشن برائے خواتین ص۱۲)

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ زنا کے مقدمات میں عورتوں کو گواہیوں سے اس لئے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ دراصل گواہی حق نہیں ہے، بلکہ ایک بھاری ذمہ داری ہے، یہ ایک رعایت ہے جو شریعت میں خواتین کو دی ہے یہ خواتین کی تکریم ہے نہ کہ حق تلفی زنا کے مقدمات میں گواہی کے مخصوص الفاظ نیز مخالف وکلاء کی مخصوص جرحیں خواتین کے لئے سخت ذہنی کوفت کا باعث بن سکتے ہیں، اس لئے احترام نسوانیت کے سبب ایسے مقدمات میں خواتین کو گواہی سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے چار مردوں کی گواہی طلب کی گئی ہے یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہ استثنیٰ صرف ان مقدمات میں ہے جو اس آرڈیننس کی دفعہ (۵) کے تحت درج ہوتے ہیں جبکہ دیگر دفعات میں تعزیری سزائیں ہونے کے وجہ سے ان میں عورتوں کی گواہی بھی قابل ذکر ہے۔(حدود آرڈیننس پر اعتراضات کی حقیقت ص۳۳ ویمن ایڈ ٹرسٹ)

سفارش (۱۱) میں کہا گیا ہے کہ قرآن نے گواہی کے سلسلے میں مرد وعورت کی تخصیص نہیں کی (کیونکہ گواہ کے لئے جو معیار مقرر کیا گیا ہے، اس سے جنس ومذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ذیل میں اس موقف کو سنت کے حوالے سے رد کیا گیا ہے۔کہ چونکہ اس ملک کے سپریم لاء صرف قرآن نہیں بلکہ سنت بھی ہے۔اور سنت میں عورتوں کی گواہی حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے۔

تفصیل ملاحظہ ہو۔

حد زنا میں عورتوں کی شہادت سے متعلق آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ حدود میں خواتین کی شہادت جائز نہیں، چنانچہ امام ابن شہاب زہریؒ کی روایت ہے کہ : **مضت السنۃ من رسول اللہ ﷺ والخلیفتین من بعدہ ان لا تجوز شہادۃ النساء فی الحدود (مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۵۳۳)**

''آنحضرت ﷺ کے زمانہ اور آپ کے بعد دونوں خلفاء کے زمانہ سے یہ سنت چلی آرہی ہے کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں''۔

یاد رکھنا چاہئے کہ صحابی یا تابعی جب ''سنت'' کا لفظ اطلاق کے ساتھ استعمال کریں۔تو اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی سنت ہوتی ہے ،اور وہ حدیث حکما مرفوع سمجھی جاتی ہے، لہٰذا اس اصول کی بناء پر امام زہریؒ کا مذکورہ اثر بحکم حدیث مرفوع ہے، چنانچہ اعلاء السنن میں

مذکور ہے: واعلم ان لفظ السنة يد خل في المرفوع عند هم، قال ابن عبد البر في التقصي: ان الصحابي اذا اطلق اسم السنة فالمر اد به سنة النبي ﷺ (الى قوله) ولو قال مثل ذلك تابعي ، هذا حاله فهو ايضا مرفوع حكما الخ"۔

ترجمہ: اگر کوئی صحابی لفظ سنت مطلق ذکر کرے تو اس کا مراد سنت النبی ﷺ ہوگا اور یہ بحکم مرفوع حدیث ہے۔

پھر اس مسئلہ میں صحابہ کرام اور کبار تابعین کا تعامل اور کثیر مستند آثار موجود ہیں، جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ حدود میں خواتین کی شہادت جائز نہیں، چند آثار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

"اخرج عبد الرزاق في مصنفه اخبر نا الحسن بن عمارة عن الحكم بن عتيبة ان علي بن ابي طالب قال: لا تجوز شهادة النساء في الحدود والدماء (نصب الراية ۴/۷۹)

ترجمہ: حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ حدود اور خون کے متعلقہ مسائل میں خواتین کا شہادت (گواہی) جائز نہیں ہے۔

"عن ابرهيم قال: لا تجوز شهادة النساء في الحدود (مو طا امام مالک ۲/۷۲۳)

ترجمہ: ابراہیم تابعی سے بھی منقول ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں۔

"عن عامر قال: لا تجوز شهادة النساء في الحدود) مصنف ابن شيبه ۵/۷۲۳)

"عن الشعبي قال: لا تجوز شهادة امراة في حد (ايضاً) واخرج عن الشعبي والنخعي والحسن والضحاک قالو لا تجوز شهادة النساء في الحدود (نصب الراية ۴/ ۷۹) خلاصہ یہ کہ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، امام زہری، امام شعبی، امام ابراہیم نخعی، امام حسن بصری، ضحاک، اور حماد جیسے کبار تابعین کے آثار بھی متفق ہیں کہ حدود میں خواتین کی گواہی معتبر نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں جمہور امت کا موقف یہی ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں، اور یہی چاروں ائمہ کرام کا بھی مسلک ہے، جیسا کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے فرمایا ہے:" وجمهور العلماء على انه يشترط ان يكونوا رجالا احرارا فلا تقبل شهادة النساء ولا العبيد وبه يقول مالک والشافعي واصحاب الرأى الخ (المغني مع الشرح الكبير ۵/۲). والله تعالىٰ اعلم!

ترجمہ: جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ عورتوں اور غلاموں کی گواہی حدود میں قبول نہیں۔ یہی مسلک امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور اصحاب الرأی کا بھی ہے۔

الغرض: درجہ بالا سطور میں قرآن وسنت کے قطعی نصوص سے ثابت ہوا کہ شہادت کے مسئلے میں جنس اور مذہب کی بنیاد پر تمیز کا انکار قرآن پاک کا انکار اور کفر ہے۔

اسلامی نظام حدود اور حدود قوانین پر اعتراضات کا جواب

حدود قوانین کی تنسیخ اور ترامیم سے متعلق بعض دیگر تنظیموں اور نام نہاد اہل تحقیق اور ماہرین قانون نے سوالات قائم کردیئے ہیں۔ ذیل میں ہم ان سوالات کا علمی جائزہ لیتے ہیں۔ دراصل یہ سوالات ایک ذہنی اختراع ہیں اور اسلام کے اصولوں سے متصادم ہیں اسلام دشمن عناصر کے اشاروں پر شکوک وشبہات پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے جن کی بناء پر حدود قوانین کی تنسیخ یا ان میں مطلوبہ ترامیم کے مطالبات غلط ہیں۔

اعتراض نمبر 1:

کیا کوڑوں کی سزا ظالمانہ ہیں؟

سیکولر ذہنیت کے حامل بعض این جی اوز نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ کوڑوں کی سزا، احترام انسانیت کے منافی ہے۔ واضح رہے کہ کوڑوں کی سزا کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا رُخ مجرم کی مادی حساسیت کی طرف ہوتا ہے جس چیز سے مجرم زیادہ ڈرتے ہیں وہ جسمانی اذیت ہے اس لئے اس کو خوفزدہ کرنے کے لئے اس طرح کے نفسیات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے یہ تصور کہ یہ سزا احترام انسانیت کے منافی ہے، ایک بے بنیاد بات ہے جب مجرم نے خود اپنا احترام ملحوظ نہیں رکھا تو اس کے احترام کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا (اسلام کا نظام فوجداری 2 ص 37)

نیز ایک یا دو اشخاص کو جسمانی اذیت پہنچا کر لاکھوں اشخاص کو اخلاقی اور معاشرتی نقصان سے بچالینا اس سے بہتر ہے کہ مجرم کو تکلیف سے بچا کر اس کی پوری قوم کو ایسے نقصان میں مبتلا کردیا جائے جو آنے والے بے گناہ نسلوں پر بھی اثر انداز ہوتے رہیں۔ جو لوگ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ یا سخت قرار دیتے ہیں مذکورہ آیت کا یہ حصہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ''ولا تأخذكم بهما رأفة فی دين الله'' سورۃ النور: ۲ ترجمہ: اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے دین کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آئے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہے کہ زانی اور زانیہ پر میری تجویز کردہ سزا نافذ کرنے میں مجرم کے لئے رحم اور شفقت کا جذبہ تمہارے ہاتھ نہ پکڑے اس بات کو مزید وضاحت کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ ''قیامت کے روز ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں ایک کوڑا کم کردیا تھا'' پوچھا جائے گا؟ ''یہ حرکت تو نے کیوں کی؟ وہ عرض کرے گا'' آپ کے بندوں پر رحم کھا کر'' ارشاد ہوگا: تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا'' پھر حکم ہوگا: ''لے جاؤ اسے دوزخ میں'' ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد پر ایک کوڑے کا اضافہ کردیا تھا: پوچھا جائے گا تو نے یہ کس لئے کیا تھا۔۔؟ وہ عرض کرے گا: تاکہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔ ارشاد ہوگا: ''اچھا تو ان کے معاملے میں مجھ

سے زیادہ منصف تھا۔ پھر حکم ہوگا: اسے لے جاؤ دوزخ۔۔۔(تفسیر کبیر ج ۶/۲۲۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود کے مقدمات میں مجرم کو وہی سزا دی جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے تجویز کی ہے، کوڑوں کی سزا کی بجائے کوئی اور سزا دینا اگر رحم اور شفقت کی بنیاد پر ہو، تو معصیت ہے اور اگر اس خیال کے بناء پر ہو کہ کوڑوں کی سزا ایک وحشیانہ سزا ہے تو یہ قطعی کفر ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی ایمان کے ساتھ ایک سینے میں جمع نہیں ہوسکتا۔ کوڑوں کے سزا میں شریعت اسلامیہ نے جن حدود و قیود کو ملحوظ رکھا ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزا ظالمانہ اور وحشیانہ نہیں بلکہ ایک محتاط طریقے سے مجرم کو اپنے کو جرم سے باز آنے کی تنبیہ ہے چنانچہ اس سزا کے بارے میں فقہاء نے درجہ ذیل اصول بیان کئے ہیں۔

(1) وہ کوڑے جو بطور حد دی جاتی ہیں (یعنی شرب خمر، قذف غیر محصن زانی یا زانیہ) تو اس سے پہلے یہ دیکھنا لازم ہوگا کہ مضروب کی جان خطرے میں نہ ہو، چنانچہ اگر اس کی شفایابی کا امکان قوی ہو تو اس کی شفایابی تک اس سزا کو ملتوی رکھا جائے۔

(2) اگر ملزم مریض ہے اور اس کے مرض کی شفایابی کا امکان نہ ہو تو اس صورت میں اس کو سزا اس قدر نرمی سی دی جانی چاہیے کہ اس کے جان کو خطرہ میں لاحق نہ ہو۔

(3) کوڑے مارنے میں مجرم کی نہ تو چمڑی کٹنی چاہیے، نہ زخمی ہونا چاہیے نہ کوڑے میں گنڈی ہونے چاہیے، متوسط ضرب سے یہ کوڑا لگنا چاہیے۔

(4) اگر ملزمہ حاملہ یا حائضہ عورت ہو، تو دم حیض کے انقطاع اور وضع حمل تک اس کو موقوف رکھا جائے۔

(5) اسی طرح کوڑا مارنے کے بعد ملزم کے عضو پر نہ کھینچا جائے بلکہ فوراً اُٹھایا جائے۔

(6) کوڑا مارنے میں سر اور منہ پر مارنے سے پرہیز کیا جائے۔(کذافی الهدایه و التشریح الجنائی وغیرها)

اعتراض نمبر 2:

کیا رجم (سنگساری) قرآن وسنت سے ثابت نہیں؟ کیا یہ سزا ظالمانہ ہے؟

بعض نجی ٹی وی اور اخبارات میں یہ مشتہر کیا گیا ہے کہ حدزنا آرڈی ننس میں ایک سقم یہ ہے کہ شادی شدہ زانی مرد اور عورت کے لئے رجم کا سزا قرآن سے ثابت نہیں؟ بلکہ ان کے مزعومہ شعور کے مطابق قرآن کے مخالف ہے، کیونکہ حکم قرآنی: ''الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة (الاية: النور:۲) صرف کوڑے مارنے تک محدود ہے، واضح رہے کہ پاکستان کے قانون میں ملک کا سپریم لاء قرآن وسنت قرار دیا گیا ہے نہ صرف قرآن۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کے تمام قوانین قرآن وسنت کے احکامات کے تابع ہوں گے۔ لہذا سزائے رجم اگر چہ قرآن میں مذکور نہیں ہے لیکن سنت رسول ﷺ میں اس کا قولاً اور فعلاً ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے خود ایک یہودی کو سزائے رجم دیا ہے اس کا نفاذ خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بعد

آنے والے خلفاء ذی اکرام نے بھی اسے بطور حد جاری رکھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں۔ حضرت عمرؓ اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کیساتھ مبعوث کیا اور ان پر کتاب نازل فرمائی کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کیا اس پر عمل بھی کیا رسول اللہ ﷺ کے دور میں رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا مجھے ڈر ہے کہ کہیں کچھ زمانہ کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے اس فریضے کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں کتاب اللہ میں رجم کا مطلق حکم ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو خواہ مرد ہو یا عورت جبکہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل یا اقرار ہو۔ (موطا امام مالک کتاب الحدود باب ماجاء فی الرجم)

آج مغرب کے پروردہ دانشور اسلامی حدود و تعزیر پر زبان طعن دراز کرتے ہیں سزائے رجم کو وحشیانہ اور ظالمانہ سزا قرار دیا جاتا ہے، لیکن کیا ان ارباب خرد نے الیکٹرک چیئر جیسی سزاؤں پر زحمت تفکر گوارا کیا؟ حکمت رجم کا فائدہ ملزم کو ہے۔

اعتراض نمبر 3:

کیا اس آرڈی ننس کو جلدی میں مدون و نافذ کیا گیا؟

اعتراض کا متن: حدزنا آرڈی ننس پر سب سے پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ قوانین اچانک منظر عام پر آئے جن پر نہ تو کسی بحث کی ضرورت محسوس کی گئی اور نہ کسی سطح پر کوئی تبادلہ خیال یا غور و خوض کیا گیا۔ نیز ان کے نفاذ کے ممکنہ نتائج کے تجزیے کا بھی کوئی اہتمام نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان کا مصنف کون ہے؟

جائزہ: جو لوگ حقیقت سے واقف ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ محض ایک غلط فہمی ہے۔ حدود آرڈی ننس کے قانون کی تشکیل میں علمائے کرام کا کردار ضرور رہا ظاہر ہے اتنی پیچیدہ قانون سازی میں علمائے کرام کے ساتھ ساتھ قانون دان حضرات اور دانشوروں نے نتائج و عواقب اور خوبیوں اور خرابیوں پر ضرور غور کیا ہوگا۔ چند مشہور دانشور حضرات کے اسمائے گرامی درجہ ذیل ہیں۔ جناب شریف الدین پیرزادہ، جناب اے کے بروہی، ڈاکٹر خالد اسحٰق، جسٹس (ر) اے کے صمدانی، جسٹس (ر) محمد افضل چیمہ، جسٹس (ر) صلاح الدین، مولانا تقی عثمانی، جسٹس (ر) پیر کرم شاہ ازہری اور ڈاکٹر محمود احمد غازی جیسی نمایاں شخصیات نے اسلامی نظریاتی کونسل میں مسلسل چودہ ماہ تک بحث و مباحثہ کے بعد سفارشات کو حتمی شکل دی۔ ان سفارشات کی بنیاد پر ہی ۱۹۷۹ء میں حدود کے قوانین کا نفاذ کیا گیا۔

(پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کا عمل، از ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۲۶، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد)

اور اس کے بعد 1985ء میں پارلیمنٹ نے اپنی آٹھویں ترمیم میں اس کو باقاعدہ آئینی حیثیت دی ہے۔

شام کے سابق سپیکر ڈاکٹر معروف دوالیبی ،معروف شامی سکالر ڈاکٹر مصطفیٰ زرقا اور سوڈان کے سابق اٹارنی جنرل سے بھی حد زنا آرڈی ننس کے بارے میں رائے لی گئی ۔اس آرڈی ننس کے مسودہ کو عوامی رائے معلوم کرنے کے لئے مشتہر بھی کیا گیا تھا ۔پاکستان میں رائج دیگر قوانین کے بارے میں تو شاید یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اکثر قوانین وزارتِ قانون و پارلیمانی اُمور کی غلام گردشوں میں تدوین کے مراحل طے کرتے ہیں اور کسی صبح اچانک نافذ کر دیئے جاتے ہیں لیکن حدود کے قوانین کے بارے میں ایسا اعتراض سراسر لاعلمی پر مبنی ہے۔اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئر مین ڈاکٹر ایس ایم زمان نے روزنامہ انصاف ، لاہور (مورخہ ۲۸ مئی ۲۰۰۴ء کو) انٹریو دیتے ہو کہا کہ طویل غور وخوض کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل نے اس قانون کا اوّلین مسودہ تیار کیا تھا اور پھر قاعدے کے عین مطابق وزارتِ قانون پاکستان نے اس کا حتمی مسودہ مرتب کیا تھا۔

اعتراض نمبر 4:

کیا حد زنا ایک بے فائدہ قانون ہے؟

اعتراض کا متن:

بعض لوگوں نے یہ اعتراض اُٹھایا ہے کہ پاکستان میں آج تک کبھی حد زنا آرڈی ننس کی دفعہ نمبر (۵) کے تحت کی سزا نافذ نہیں ہوئی جبکہ پوری اسلامی تاریخ میں معدودے چند واقعات میں حد کی سزا نافذ نہیں کی گئی۔لہذا اس طرح کی قانون سازی کا کیا فائدہ جو عملی طور پر نافذ نہ کی جائے۔

جائزہ:

یہ اعتراض دراصل غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شریعت کا مطمح نظر ہرگز یہ نہیں کہ بڑی تعداد میں لوگوں کو سخت سزائیں دی جائیں بلکہ حد کی سزا دراصل ایک انسدادی تدبیر ہے تاکہ بے حیائی معاشرے میں اس حد تک نہ پھیل سکے کہ لوگ اس جرم کا ارتکاب اس طرح کھلم کھلا کریں کہ چار گواہ بھی دستیاب ہو جائیں یعنی اسی طرح زنا کرنا کہ چار گواہ میسر ہو جائیں۔کی اسلام میں سنگین سزا محض زنا کاری سے زیادہ ہے اس بغاوت کی ہے جو اللہ کو سخت ناپسند اور معاشرے میں بھی انتشار کا باعث بنتی ہے، بغاوت کا معمولی ادا سے پرہیز اللہ تعالی کے ہاں بہت بڑا پسندیدہ عمل ہے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے" لترک ذرۃ ممانھی اللہ عنہ خیر من عبادۃ الثقلین"

ترجمہ: منہیات شرعیہ کے ایک ذرہ چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے ہاں انس وجن کے عبادت سے بہتر عمل ہے۔صاحب الاشباہ والنظائر فرماتے ہیں "اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالمأمورات" **ترجمہ**: شریعت مطہرہ میں ترک منہیات (ترک گناہ)

پرجس طرح اہتمام کیا گیا ہے وہ ارتکاب مأمورات (نیکی کے کاموں) کے کرنے سے زیادہ مؤکد ہے۔
مغرب میں جہاں یہ انسدادی تدبیر موجود نہیں ہے ۔وہاں حالت یہ ہے کہ لوگ علی الاعلان زنا کاری کا ارتکاب کرتے ہوئے نظر آئے ہیں، جہاں چار نہیں بلکہ سینکڑوں گواہ میسر ہو سکتے ہیں لیکن کوئی قانون ایسا نہیں، جو انہیں اس کھلی بے حیائی سے باز رکھنے کے لئے آگے بڑھتے ، دوسری وجہ یہ ہے کہ تزکیہ الشہود کے شرائط سخت اور بے لچک ہیں جس کی وجہ سے جرائم کی روک تھام یقینی ہو جاتی ہے۔ جرم ثابت ہونے کے بعد کڑی سزا کا خوف مجرم کو ارتکاب جرم سے روکنے میں معاون ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں اور جب بھی حدود قوانین کا اجراء ہوا وہاں جرائم کی شرح میں حیرت انگیز کمی ہوئی ،سعودی عرب کی مثال واضح ہے۔ پاکستان میں بھی حد زنا کے قیام سے بہت سارے چکلے اور فحاشی کے آڈے بند ہو گئے جو کہ اس سے قبل تعزیرات پاکستان میں حد زنا قانون میں نرمی کی وجہ سے قائم تھے اور اس طرح کے بہت سارے بازار اور منڈیاں ختم ہو گئیں۔ ان فحاشوں کا کاروبار اس قانون کی وجہ سے بند ہوا ہے ،حدود قوانین ختم ہو گئے تو اس کاروبار کو دوبارہ فروغ ہوگا اور پاکستان کی اسلامی معاشرت وتہذیب وثقافت کا جنازہ نکل جائے گا۔ ہمیں افسوس ہے کہ پاکستان کے اندر بہت سارے ناعاقبت اندیش دانشور اور زرخرید علماء فحاشی کا دروازہ دوبارہ کھولنے کا حصہ بن رہے ہیں ۔انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''**ان الذین یریدون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة واللّٰه یعلم وانتم لا تعلمون**.(سورہ :النور) **ترجمہ:** بیشک وہ لوگ جو ایمان والوں کے درمیان فحاشی پھیلاتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں سخت سزا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

اعتراض نمبر 5:

بعض لوگوں نے دفعہ 16 پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ خواتین کے خلاف دفعہ 16 کے تحت مقدمات کا اندراج کیوں:

دفعہ نمبر 16 کا اصل متن: دفعہ (۱۶) کا متن یہ ہے۔'' جو کوئی کسی عورت کو اس نیت کے ساتھ بہلا پھسلا کر لے جاتا ہے کہ وہ اس سے مباشرت کرے گی یا اس (مباشرت کی) نیت سے اسے چھپا کر رکھتا ہے یا قید کرتا ہے تو اسے سات سال تک قید تیس (۳۰) کوڑوں اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔

اس دفعہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس دفعہ کے تحت اکثر خاتون ہی جیل کے طویل عرصہ کاٹ کر ملزمہ قرار دی جاتی ہے لہذا خاتون کے لئے یہ ظالمانہ دفعہ مرد پر بھی اس کا اطلاق ہونے چاہیے۔

تبصرہ: اس دفعہ کے الفاظ پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اس کا اطلاق صرف خواتین پر نہیں ہوتا

بلکہ اس مرد پر بھی ہوتا ہے جو جبری نیت کے ساتھ کسی عورت کو بہلا پھسلا کر لے جاتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت اپنے متعدد فیصلوں میں اس دفعہ کے الفاظ کی تشریح کے دوران یہ اصول طے کر چکی ہے کہ اس دفعہ کا اطلاق صرف مردوں پر ہوتا ہے اور خواتین پر اس دفعہ کے تحت نہ تو مقدمہ قائم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انہیں سزا دی جاسکتی ہے لیکن عملی طور پر کیا ہو رہا ہے، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ دفعہ ۱۶ کے تحت عورتوں کو غلط طور پر ملوث کرنے کے راولپنڈی میں 37% اور اسلام آباد میں 43% واقعات ہوتے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں اس دفعہ کا خواتین کے خلاف غلط استعمال لمحہ فکریہ ہے اور فوری طور پر اس کا سد باب ہونا چاہیے۔ تاہم یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اس میں اس دفعہ کا کوئی قصور نہیں ہے اور حد زنا آرڈی ننس کو مورد الزام ٹھہرانا سراسر ناانصافی ہے اس کی اصل ذمہ دار پولیس اور ہمارا گھسا پٹا عدالتی نظام ہے۔ دفعہ 16 کی سزا تعزیر ہے جس کے وضع کرنے کا قاضی کو اختیار ہے۔

اعتراض نمبر 6:

حدود قوانین کے مخالفین نے یہ اعتراض بھی اُٹھایا ہے کہ حدود آرڈی ننس کے نفاذ کے بعد عورتوں پر ظلم و زیادتی بڑھ گئی اور حدود کے تحت عموماً خواتین کو ہی جیل جانا پڑتا ہے اور حدود قوانین پہلے سے رائج قوانین کے مقابلہ میں غیر منصفانہ ہیں کیونکہ ان قوانین کے نفاذ سے عورتوں کو زنا میں ماٗخوذ کر جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اور یہ قوانین خواتین کے خلاف امتیاز پر مبنی ہیں۔

اعتراض کا جائزہ:

دراصل یہ اعتراض معاشرے میں روز افزوں بے حیائی، مغربی تہذیب کی یلغار کا نتیجہ ہے جو عورت کو بظاہر تحفظ دینے اور درحقیقت اسے سربازار ننگا اور رسوا کرنے کا علم لے کر اٹھی ہے۔ مغرب زدہ لوگوں کو اس بات کی بڑی تکلیف ہے کہ پہلے تعزیرات پاکستان میں زنا بالرضا کی کھلی چھٹی تھی لیکن حدود آرڈی ننس میں زنا بالرضا کو بھی بدکاری اور ناقابل ضمانت جرم قرار دیا گیا ہے۔ پہلے سزا صرف مرد کو ملتی تھی ،بدکاری پر کنواری، بیوہ اور مطلقہ عورت کے لئے کوئی سزا نہ تھی، بلکہ خاوند بیوی کی رضامندی سے اسے پیشہ بھی کرواسکتا تھا۔ اب حدود آرڈیننس سے عورت کو بھی بدکاری کرنے پر سزا کا حق دار قرار دیا گیا یہ وہ تکلیف ہے جو تہذیب مغرب کے ان اسیروں کو بے چین کر رہی ہے اور یہ سارا شور اس لئے ہے کہ زناکاری و بدکاری کو دوبارہ سند جواز فراہم مل جائے اور اس کے لئے تمام مال و زر اور مواد مغرب کی طرف سے فراہم ہو رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک میں روز افزوں پولیس دھاندلی اور کرپشن کے نتیجے میں واقعی عورتوں پر ظلم ہوتا ہے تو یہ مردوں پر بھی ہوتا ہے اس میں حدود آرڈی ننس کا زیادہ دخل نہیں بلکہ بے لگام پولیس اور کرپٹ انتظامیہ کا قصور زیادہ ہے، اس کے علاوہ بہت سے دیگر ایسے قوانین اور ضابطے موجود ہیں جن کی خلاف ورزی پر جیل کی سزا بھگتنا پڑتی ہے تو کیا ہر وہ قانون جس کے تحت کسی عورت کو جیل جانے کی سزا ہوسکتی ہے کالعدم کر دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی جیلوں میں آج بھی حدود آرڈی ننس کے تحت سزا یافتہ مردوں کی تعداد خواتین کی نسبت زیادہ ہے جبکہ پروپیگنڈہ یہ ہے کہ حدود قوانین عورت

کے خلاف ہیں۔

(ویمن کمیشن جماعت اسلامی کا رپورٹ ص ۲۵)

اعتراض نمبر 7:

کیا حدود اللہ غیر متوازن ہیں؟

بعض اخبارات میں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ حدود اللہ غیر متوازن ہیں لیکن واضح رہے کہ حدود اللہ کو غیر متوازن قرار دینا ہرگز انصاف نہیں بلکہ غور وفکر کیا جائے تو حدود اللہ اس قدر متوازن ہیں کہ اگر انھیں درست طور پر نافذ کیا جائے، پولیس، انتظامیہ اور عدالتی نظام کی اصلاح کی جائے اور اس کا غلط استعمال روکا جائے اور انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس پر اعتراضات اور تضادات سامنے آئیں، حدود کے حوالے سے اگر اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو اسلام میں فحاشی اور برائی سے حد درجہ صرف نظر کی پالیسی کارفرمائی نظر آتی ہے بندہ اور اللہ رب العزت کے معاملے میں کسی کو کلام کی ہرگز مجال نہیں، البتہ تعزیری قوانین میں ماہرین شریعت کو جرم اور حالات کے مناسبت سے کمی بیشی کی گنجائش موجود ہے، البتہ زنا کے حوالے سے جو سزا حدود اللہ میں مقرر ہے اس میں کوئی تبدیلی لانے کی نہ تو پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت اور نہ ہی ماسوائے واحد قہار کے کوئی دوسرا مجاز ہے۔ زنا بالجبر کی صورت میں عورت پر حد جاری نہیں کی جاتی ہے، جہاں عدل وانصاف اور حدود اللہ کی نیک نیتی کے ساتھ پیروی کی جائے اور اس کے مطابق سزائیں دے کر ملزمان کو نشان عبرت بنا دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرے کی توازن بگڑ جائے اور فحاشی اور بے حیائی کا خاتمہ نہ ہو۔ آج ہمارا معاشرہ جس نہج پر چل نکلا ہے اس شتر بے مہار کو نکیل ڈالنے کا واحد راستہ وحدہ لاشریک کا وضع کردہ قانون ہی ہو سکتا ہے۔

ترامیم مطالبہ ترک کرنا:

درجہ بالا وضاحتوں اور سوالات کے جوابات سے یہ بات مکمل طور سے واضح ہو چکی ہے کہ حدود قوانین پر قائم کئے گئے اعتراضات صحیح نہیں ہیں اس طرح کے سرسری اعتراضات جو کہ علم اور دلیل سے عاری ہیں علماء اور ماہرین قانون کے ترتیب کردہ حدود قوانین میں سقم پیش نہ کر سکے ہیں لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس دور میں صحیح بات کو ترک کر کے غیر صحیح سرسری باتوں پر توجہ دی جاتی ہے۔ حدود قوانین پر یہ اور اس طرح کے دیگر اعتراضات کی ان وضاحتوں کے بعد کوئی حقیقت باقی نہیں لہذا حدود قوانین میں ترمیم کا مطالبہ واپس لینا چاہیے۔

(یہ کالم اراکین قومی اسمبلی وسینٹ اور دیگر ذمہ دار حلقوں میں بل آنے سے قبل اس وقت تقسیم کی گئی تھی جس کو بہت سارے حضرات نے سراہا)